حضرت عمرؓ کی آخر زندگی کے چند واقعات

از

جناب ڈاکٹر خورشید احمد صاحب فارق ایم۔ اے استاد ادبیات عربی

(دہلی یونی ورسٹی)

ان واقعات سے میری مُراد ہے۔ (۱) حضرت عمرؓ کی خلافت سے بیزاری، ممتاز صحابہ کی اہلیت کے بارے میں اُن کی رائے اور اُن کے قتل کی روئداد۔ اِن اُمور پر عَربی تاریخوں میں مواد ہے مگر اِس میں متعدد خامیاں ہیں، ایک یہ کہ کوئی ایک تاریخ ان تمام امور پر روشنی نہیں ڈالتی۔ بلکہ کسی ایک حصّہ کا ذکر کرتی ہے، دوسرے یہ کہ ان امور کے بارے میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ کہیں مجمل ہیں، کہیں مبہم اور کہیں ادھوری ہیں، تیسرے یہ کہ ان امور کو اس ترتیب کے ساتھ نہیں پیش کیا گیا ہے جس ترتیب سے یہ واقع ہوتے تھے[1]۔

ان خامیوں کو ایک قدیم تاریخ نے بڑی حد تک دور کر دیا ہے، اس کے مصنّف کا نام اَعثم کوفی ہے جس نے ۲۰۴ھ میں تاریخ فتوح کے نام سے ایک کتاب لکھی جو حضرت ابوبکرؓ کی خلافت سے کربلاء تک کے حالات پر مشتمل ہے۔

[1] اس سلسلہ میں میرے پیش نظر جو کتابیں ہیں ان کے نام یہ ہیں:۔ تاریخ الاُمم والملوک، طبری، مصر۔ طبقات ابن سعد، لیدن۔ شرح نہج البلاغۃ، ابن ابی الحدید، مصر۔ مروج الذہب، مسعودی، مصر۔ تاریخ کامل، ابن اثیر، مصر، الاخبار الطّوال، دِینوری لیدن، الامامۃ والسیاسۃ، ابن قتیبہ، مصر، تاریخ ابن خلدون، مصر، تاریخ الخلفاء، سیوطی، مصر، اصابہ، ابن حجر، مصر، استیعاب، ابن عبدالبر، مصر، تذکرۃ الحُفّاظ، ذہبی، حیدرآباد، ہند، عمر بن الخطاب، ابن جوزی، مصر، ناسخ التواریخ، محمد تقی، بمبئی، العقد الفرید، ابن عبد ربّہ، مصر۔ تاریخ یعقوبی، لیدن۔

یاقوت نے ارشاد الاریب میں لکھا ہے کہ کتاب بہت بڑی تھی اور اس کا دائرہ خلافتِ رشید (۱۹۳ھ) تک وسیع تھا۔ سخت افسوس ہے کہ مطبوعہ شکل میں ہم تک ۲۶۱ھ کے بعد کا حصہ نہیں پہنچا۔ ۶۰۰ھ کے لگ بھگ ایک ایرانی فاضل نے سلطانِ وقت کی تحریک پر اس کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا جو میرے سامنے ہے۔

حضرت عمرؓ کی آخری زندگی سے متعلق امور زیر بحث جو اسی کتاب میں بیان کئے گئے ہیں وہ اُن تمام تواریخ کی تصریحات سے زیادہ جامع، مربوط اور بصیرت افروز ہیں جو میری نظر سے گذری ہیں۔ یہاں بغیر کسی تصرف کے ان کو پیش کیا جاتا ہے، ایسا کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مطبوعہ کُتُبِ عربی کی سب سے جامع اور مستند کتاب تاریخ الرسل والملوک میں طبری نے جو تفصیلات اس باب میں پیش کی ہیں ان کو بیان کرتا چلوں تاکہ اُعثم اور طبری کے مقابلہ سے دونوں کے فرقِ مواد اور امتیازی شان کا اندازہ ہو سکے۔

طبری کا بیان

ایک دن (۲۳ھ میں) حضرت عمرؓ بازار کا گشت کر رہے تھے کہ مُغیرہ بن شُعبہ کا نصرانی غلام ابولؤلؤ[1] ان کو ملا اور کہنے لگا: "امیرالمؤمنین مجھ کو پناہ دیجئے، مغیرہ بن شعبہ نے میرے اوپر بھاری ٹیکس لگایا ہے۔"

حضرت عمرؓ:- تمہارا ٹیکس کتنا ہے؟

ابولؤلؤ:- ہر روز دو درہم (تقریباً ۱۲؍)۔

حضرت عمرؓ:- تم کیا کام کرتے ہو؟"

[1] مسعودی اور کئی دوسرے مؤرخوں نے لکھا ہے کہ ابولؤلؤ مجوسی تھا اور قرائن سے بھی اس کا مجوسی ہونا ہی درست معلوم ہوتا ہے۔

ابولولوٴ:- نجار ہوں، نقاش ہوں، حداد (لوہار) ہوں۔"

حضرت عمرؓ:- تب تو تمہارا ٹیکس زیادہ نہیں ہے، میں نے سنا ہے تم کہتے ہو اگر میں چاہوں تو ایسی چکی بنا سکتا ہوں جو ہوا سے چلے۔"

ابولولوٴ:- جی ہاں، یہ صحیح ہے۔"

حضرت عمرؓ:- اچھا تو میرے لئے ایک ہوائی چکی بنا دو۔"

ابولولوٴ:- اگر میں جیتا رہا تو آپ کے لئے ایسی چکی بناؤں گا جس کا چرچا مشرق سے مغرب تک ہوگا۔" یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

حضرت عمرؓ نے کہا:- اس غلام نے مجھ کو دھمکی دی ہے۔" پھر وہ بھی چلے گئے۔

دوسرے دن صبح کو کعب الاحبار آئے اور کہنے لگے: امیرالمومنین آپ کو جو عہد و وصیت کرنا ہے کر لیجئے، کیوں کہ آپ تین دن میں وفات پا جائیں گے۔"

حضرت عمرؓ:- تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟"

کعب:- خدا کی کتاب توراۃ میں لکھا ہے۔"

حضرت عمرؓ:- کیا واقعی عمرؓ کا ذکر توراۃ میں ہے؟"

کعب:- نہیں، اس میں آپ کا ذکر تو نہیں، ایک ایسے شخص کا ہے جس کی صورت اور سیرت آپ سے مشابہ ہے، آپ کا وقت آگیا ہے۔"

حضرت عمرؓ کو اس خبر سے نہ کوئی افسوس ہوا نہ فکر۔ دوسرے دن کعب پھر آئے اور کہا: "امیرالمومنین ایک دن ختم ہو گیا، اب آپ کی زندگی کے صرف دو دن باقی ہیں۔"

اگلی صبح کو کعب پھر آئے اور کہا: "امیرالمؤمنین دو دن ختم ہوئے اب ایک دن اور ایک رات باقی ہے۔"

جب فجر کا وقت ہوا تو عمرؓ نماز کے لئے مسجد گئے، انھوں نے صفیں درست

کرنے پر کئی آدمی مامور کر رکھے تھے، جب صفیں سیدھی ہو گئیں وہ آتے اور نماز کے لئے تکبیر کہی، ابو لؤلؤ ہاتھ میں دو دھارا خنجر لئے نمازیوں کے درمیان تھا، حضرت عمرؓ نے جب نیت باندھی تو اس نے پیا پے چھ وار اُن پر کئے، ایک زخم اُن کی ناف کے نیچے لگا اور مہلک ثابت ہوا، حضرت عمرؓ کے پیچھے کُلَیب بن اَبی بُکَیر نامی ایک شخص تھا اس کو بھی ابو لؤلؤ نے قتل کیا۔ حضرت عمرؓ گر پڑے اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے نماز پڑھوائی، جتنی دیر لوگوں نے نماز پڑھی حضرت عمرؓ زمین پر پڑے رہے۔ نماز کے بعد ان کو اٹھا کر گھر لے گئے۔ حضرت عمرؓ نے عبدالرحمٰن بن عوف کو بلایا اور کہا: "میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں"

عبدالرحمٰنؓ:۔ فرمائیے، مگر آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ خلافت مجھ کو نہ دیجئے گا۔

حضرت عمرؓ:۔ ایسا نہیں ہے"

عبدالرحمٰنؓ:۔ خدا کی قسم میں کبھی خلافت کی ذمہ داری نہیں لوں گا۔"

حضرت عمرؓ:۔ ذرا متوجہ ہو کر میری بات سنو، خلافت کا معاملہ میں اُن لوگوں کے سپرد کرتا ہوں جن سے مرتے وقت رسول اللہ خوش تھے: علیؓ، عثمانؓ، زبیرؓ سعدؓ کو بلاؤ اور طلحہ کا (جو شہر سے باہر تھے) تین دن انتظار کرو، اگر اس اثنا میں وہ آجائیں، فبہا، ورنہ خلیفہ منتخب کر لو۔ اے علیؓ تم کو خدا کی قسم، اگر کوئی عہدہ تمہیں مل جائے تو بنو ہاشم کو لوگوں کی گردن پر سوار نہ کرنا، اے عثمانؓ تم کو خدا کی قسم، اگر کوئی عہدہ تمہیں مل جائے تو ابو مُعَیط کی اولاد کو لوگوں کی گردن پر سوار نہ کرنا، اے سعدؓ تم کو خدا کی قسم، اگر کوئی عہدہ تم کو مل جائے تو ہرگز ہرگز اپنے عزیزوں کو لوگوں کی گردن پر سوار نہ کرنا، جاؤ مشورہ کر کے خلیفہ منتخب کرو، اس اثنا میں صُہَیب لوگوں کی امامت کریں گے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ابو طلحہ انصاری کو بلوایا اور کہا: "اصحابِ شوریٰ جس گھر میں جمع ہیں اس کے دروازہ پر پہرہ دو اور کسی

کو ان کے پاس نہ جانے دو، میں اپنے جانشین خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ انصار کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، ان میں جو نکوکار ہیں ان کو نوازے، جو خطا کار ہیں ان کو معاف کرنے، عربوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرے کیوں کہ اسلام کا قیام ان کی ذات پر منحصر ہے، ان میں جو مالدار ہوں ان سے زکوٰۃ لی جائے اور ان میں جو نادار ہوں ان پر تقسیم کی جائے، اپنے جانشین خلیفہ کو ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک کی بھی تاکید کرتا ہوں، ان کے ساتھ جو عہد کیا گیا ہے اس کی پوری پابندی کی جائے۔ عبداللہ (ابن عمر) جاؤ معلوم کرو مجھے کس نے قتل کیا ہے؟

عبداللہؓ:۔ امیر المؤمنین، مُغیرہ کے غلام ابولؤلؤ سے یہ فعل سرزد ہوا ہے۔

حضرت عمرؓ:۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے ایسے شخص نے نہیں مارا جس نے خدا کے سامنے کبھی سجدہ کیا ہو۔ عبداللہ عائشہ کے پاس جاؤ اور ان سے درخواست کرو کہ مجھے رسول اللہؐ اور ابوبکرؓ کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دیں، اور دیکھو اگر اصحاب شوریٰ میں جھگڑا ہو تو اس پارٹی کا ساتھ دینا جو زیادہ ہو اور اگر دونوں پارٹیاں برابر ہوں تو اس پارٹی کا ساتھ دینا جس میں عبدالرحمٰن بن عوف ہوں، اب لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دے دو۔ جیسے جیسے مہاجر اور انصار داخل ہوتے اور سلام کرتے حضرت عمرؓ ان سے کہتے: کیا تمہارے تعاون سے یہ کام ہوا؟ وہ کہتے: معاذاللہ، ہم کو اس کا بالکل علم نہ تھا۔" لوگوں کے ساتھ کعبُ الاحبار بھی آئے، ان کو دیکھ کر حضرت عمرؓ نے دو شعر پڑھے: (ترجمہ)

> تین دن تک کعب مجھ کو خطرہ سے ڈراتے رہے اور کعب کا کہنا بالکل ٹھیک نکلا، مجھے مرنے کا ڈر نہیں، کیوں کہ مرنا بہرحال ہے، ڈر اپنے گناہوں کی سزا کا ہے۔

لوگوں کے کہنے پر طبیب بلایا گیا جو حارث بن کعب کے قبیلہ سے تعلق رکھتا

تھا۔ اس نے نبیذ پلائی، وہ خون آلود نکل آئی، پھر دودھ پلایا گیا وہ بھی جوں کا توں نکل آیا، یہ دیکھ کر حاضرین نے کہا: "امیرالمؤمنین اب عہد و وصیت کیجئے آپ کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔"

حضرت عمرؓ:- "میں وصیت کر چکا۔" اس کے بعد حضرت عمرؓ بدھ کی رات کو جب کہ ذوالحجہ کے ختم ہونے میں تین دن باقی تھے دنیا سے کوچ کر گئے۔ جمعرات کی صبح کو ان کا جنازہ نکلا اور حضرت عائشہ کے کمرہ میں رسول اللہ اور حضرت ابوبکرؓ کے پاس دفن ہوئے صہیب نے نمازِ جنازہ پڑھائی، صہیب سے پہلے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ نماز کے لئے بڑھے، اس پر عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ تم دونوں خلافت کے لئے کس قدر بے تاب ہو، کیا تم کو یاد نہیں کہ امیرالمؤمنین نے (خلیفہ منتخب ہونے تک) صہیب کو نماز پر مامور کر دیا ہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ یہ سن کر ہٹ گئے۔[1]

اعثم کا بیان

حضرت عمرؓ جب حج کر چکے (اور یہ آخری حج تھا ۲۳ھ) تو مصر کے ایک باشندے نے کہا: امیرالمؤمنین میری فریاد سنئے اور ظالم سے میرا انصاف کیجئے

حضرت عمرؓ:- کیا بات ہے؟

مصری:- ایک دن محمد (صاحبزادہ عمرو بن عاص، گورنر مصر) اور میں نے بازی لگا کر گھوڑ دوڑ کی اور میرا گھوڑا بازی لے گیا، محمد نے بے قصور میرے ایک کوڑا مارا اور اس پر وہ تقہ لوگ جو وہاں موجود تھے شاہد ہیں، میں نے اس زیادتی کی شکایت ان کے والد سے کی تو انھوں نے اُلٹا مجھے قید میں ڈلوا دیا

---

[1] طبری ۵/۱۲-۱۳

اور چار ماہ کی سزا دی، جب حاجیوں کا قافلہ حج کے لئے روانہ ہوا میں ان کے ساتھ یہاں آگیا اور چاہتا ہوں کہ آپ اس ظلم کا انصاف کریں۔" حضرت عمرؓ نے محمد اور عمرو بن عاص کو طلب کیا اور مصری کی شکایت کا ان سے تذکرہ کیا انھوں نے کہا مصری بالکل جھوٹا ہے۔ تب حضرت عمرؓ نے مصری سے گواہ مانگے۔ مصر کے کچھ لوگ آئے اور انھوں نے مصری کے حق میں گواہی دی۔ حضرت عمرؓ نے مصری سے کہا: "محمد کے کوڑا مار کر اپنا حق لے لو۔" مصری نے کوڑا مار کر بدلہ لے لیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے کہا: "اب گنجے کے لڑکے (یعنی عمرو بن عاص) کو لاؤ۔"

مصری:- امیر المؤمنین عمرو نے مجھ کو مارا نہ تھا قید کیا تھا۔"

حضرت عمرؓ:- اگر کہو تو میں ان کو قید کر دوں اور اگر معاف کرنا چاہو تو تمھاری خوشی۔"

مصری:- امیر المؤمنین میں نے ان کو معاف کر دیا، آپ بھی کر دیجئے

عمرو بن عاص کو اس کارروائی پر سخت غصہ آیا اور انھوں نے حضرت عمرؓ سے کہا: "آپ نے میری بہت توہین کی ہے آپ جب تک خلیفہ ہیں میں آپ کا کوئی منصب نہیں رکھوں گا۔"

حضرت عمرؓ: "تمہاری خوشی، جہاں چاہو جاؤ، ہمیں تم سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔" اس واقعہ کے بعد حضرت عمرؓ نے تقریر کی اور کہا:- صاحبو- جب سے میں خلیفہ ہوا ہوں دین اسلام اور فرائض و سنن کو آپ کے سامنے پیش کرتا رہا ہوں، اور جہاں تک مجھ سے ہو سکا آپ کو راہ راست پر چلاتا رہا ہوں، خدا سے ڈرئے اور اس کی نعمتوں کا شکر کیجئے، مجھے اس وقت یہ کہنا ہے کہ میں ناتوان ہو گیا ہوں، میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں، میرا خیال ہے یہ میری آخری تقریر ہے، ایسے کام کیجئے جن سے خدا خوش رہے، اور ہر کام کے وقت یقین رکھئے کہ خدا آپ کو دیکھ رہا ہے۔"

اس کے بعد حضرت عمرؓ مدینہ لوٹ آئے۔

اس اثنار میں کوفہ کے گورنر مغیرہ بن شعبہ مدینہ آئے، ان کے ساتھ ان کا غلام فیروز تھا جس کی کنیت ابولؤلؤ تھی، اس کو کئی ہنر آتے تھے، ایک دن حضرت عمرؓ کے پاس آکر اس غلام نے کہا: "مالک نے میرے اوپر بھاری ٹیکس لگا رکھا ہے ہر ماہ مجھ سے سو درہم (تقریباً چھپن روپئے) لیتے ہیں[1]۔ اور میں، یہ رقم ادا کرنے سے قاصر ہوں، ان سے کہہ کر اس میں کمی کرا دیجئے۔"

حضرت عمرؓ:- تم کیا کام جانتے ہو؟" فیروز نے کہا میں ہوائی چکی بنا سکتا ہوں اس کے علاوہ اس نے کئی اور ہنر بھی بتائے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت مغیرہ کو بلایا اور کہا: "اس غلام کے معاملہ میں خدا سے ڈرو اور اس کی طاقت سے زیادہ ٹیکس نہ لو، وہ غیر مسلم سہی، مگر میرے پاس داد خواہی کے لئے آیا ہے اور میں اس کی سفارش کرتا ہوں۔" حضرت مغیرہ نے ٹیکس کم کرنے کا وعدہ کیا مگر کوئی تخفیف نہیں کی۔ فیروز پھر حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور اپنے مالک کی شکایت کی۔ حضرت عمرؓ نے کہا: "اتنے ہنروں کی موجودگی میں جو تم کو آتے ہیں میں سمجھتا ہوں تمہارا ٹیکس زیادہ نہیں ہے، ہم کو ایک چکی کی ضرورت ہے بیت المال کا غلہ پیسنے کے لئے، اگر تم نے چکی بنا دی تو تم کو بہت انعام دوں گا۔" فیروز نے خفگی سے کہا: "آپ کے لئے ایسی چکی بناؤں گا جس کا شہرہ ساری دنیا میں ہوگا۔" یہ کہہ کر وہ چلا گیا حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "جانتے ہو اس غلام نے کیا کہا، اس نے قتل کی دھمکی دی ہے، وَاللہ بالغ امرہٖ (جو خدا کو منظور ہے پورا ہوگا)۔"

---

[1] اس ٹیکس کی مختلف شرحیں بیان کی گئی ہیں: طبری - دو درہم یومیہ، استیعاب ایک دینار یومیہ (تقریباً ساڑھے پانچ روپئے) تاریخ الخلفاء سیوطی - چار درہم یومیہ، مسعودی - چار درہم یومیہ، طبقات ابن سعد - چار درہم یومیہ، بروایت اخریٰ، سو درہم ماہوار، عقد الفرید، تین درہم یومیہ، ابن جوزی - سو درہم ماہوار۔

دوسرے دن فجر کی نماز کے بعد حضرت عمرؓ نے تقریر کی: "دوستو۔ میری موت کا وقت قریب آگیا ہے، رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مرغا میرے پاس آیا اور دو یا تین بار میرے جسم پر چونچیں ماریں، مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرغا کوئی عجمی ہے جو مجھے مارنا چاہتا ہے اور میرے دو یا تین زخم لگائے گا۔ اگر یہ حادثہ پیش آیا اور میرے ہوش و حواس بجا رہے تو میں ایسا خلیفہ منتخب کروں گا جو مجھ سے بہتر ہوگا اور اگر میں اس قابل نہ رہوں تو ان چھ آدمیوں میں سے جو ممتاز صحابہ ہیں اور جن سے رسول اللہ خوش تھے کسی ایک کو خلیفہ چن لینا: "عثمانؓ، علیؓ طلحہؓ، زبیرؓ، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف"۔ یہ کہہ کر حضرت عمرؓ منبر سے اتر آئے اور عبداللہ بن عباس کا ہاتھ پکڑ کر مسجد سے باہر چلے گئے۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد حضرت عمرؓ نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور رونے لگے، حضرت ابن عباس نے اس کا سبب دریافت کیا تو حضرت عمرؓ نے کہا: "میرا خیال ہے کہ موت کا وقت آگیا ہے، میں موت سے نہیں ڈرتا، آدمی کو بہرحال مرنا ہے، لیکن اپنے بعد خلیفہ کی طرف سے مجھے فکر ہے، سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں"۔

ابن عباس نے پوچھا: "علیؓ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ مہاجرین اولین میں ہیں، رسول اللہ کے قریبی عزیز ہیں، ان کی خدمات، لیاقت اور شجاعت کا حال آپ کو معلوم ہے"۔

حضرت عمرؓ: - علیؓ میں یہ سب باتیں ہیں بلکہ اس سے زیادہ صفات موجود ہیں اور اگر خلافت ان کے سپرد کر دی جائے تو وہ راہ راست پر لوگوں کو چلا بھی سکیں گے مگر ان کی طبیعت میں ظرافت ہے اور وہ خلافت کے سخت خواہشمند ہیں اور جو شخص خلافت کا خواہش مند ہو اس منصب کے لئے موزوں نہیں ہو سکتا"۔

حضرت ابن عباس: "عثمانؓ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

حضرت عمرؓ: "وہ خلافت کی لیاقت رکھتے ہیں مگر مجھے اندیشہ ہے کہ وہ خلیفہ ہو کر ابو مُعَیط کے خاندان کو لوگوں پر مسلط کر دیں گے۔" اور تمہارے ساتھ کچھ بدعنوانیاں کریں گے اور تم ان کے ساتھ۔[1]

ابن عباس: "طلحہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

حضرت عمرؓ: "خدا نہ کرے کبھی وہ خلیفہ ہوں، نہایت مغرور اور خود پسند آدمی ہیں۔"

حضرت ابن عبّاس: "زبیر بن عوّام کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

حضرت عمر: "وہ بہادر اور چست سوار ہیں مگر ان کے مزاج میں بخل ہے ایک صاع گیہوں، یا ایک مُدّ جَو کے لئے صبح سے شام تک بقیع میں کھڑا رہنا اور لوگوں سے جھگڑنا اور بدزبانی کرنا اُن کے لئے آسان ہے، خلافت کے لئے ایسا آدمی چاہیئے جو فیاض منش ہو، ایک وقت ایثار و احسان کرے اور دوسرے وقت ضرورت کے لئے کچھ بچالے، جو فیاضی و جزرسی میں حد سے تجاوز نہ کرے اور راہِ اعتدال پر قایم رہے۔"

حضرت ابن عباس: "آپ کی رائے سعد کے بارے میں کیا ہے؟

حضرت عمرؓ: "سعد مرد میدان ہیں فنِ جنگ میں ماہر، مگر اس کام کے لئے مناسب نہیں ہیں۔"

حضرت ابن عباس: "آپ کی رائے عبدالرحمٰن بن عوف کے بارے میں کیا ہے؟"

حضرت عمرؓ: "نیک مرد ہیں، سیرت بھی خوب ہے مگر کمزور ہیں خلافت کے لئے ایسا آدمی چاہئے جو قوی ہو مگر تشدد پسند نہ ہو، نرم ہو مگر کمزور نہ ہو، آمد و خرچ پر منظر رکھے مگر بخل نہ کرے۔" اے بھائی اگر مُعاذ بن جَبَل زندہ ہوتے تو خلافت

---

[1] وہ تمہارے ساتھ کچھ بدعنوانیاں کریں گے اور تم ان کے ساتھ، اس عبارت کی جگہ ناسخ التواریخ ۲/۴۲۹ میں یہ لفظ ہیں: آخرکار تمہارے ہاتھوں ان کا خاتمہ ہوگا۔

کے لئے ان سے بہتر آدمی نہ تھا، میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ معاذ ایسے امین ہیں کہ قیامت کے دن ان کے اور خدا کے درمیان سوائے پیغمبروں کے اور کوئی حائل نہ ہوگا، اور اگر حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم زندہ ہوتے تو خلافت ان کے سپرد کرتا کیوں کہ رسول اللہ نے ان کے حق میں فرمایا تھا سالم کو خدا اور صرف خدا کی خوشنودی محبوب ہے اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، اور اگر ابو عبیدہ بن جرّاح زندہ ہوتے تو وہ بھی اس کام کے لئے ہر طرح اہل تھے کیوں کہ رسول اللہ نے ان کے متعلق فرمایا ہے: ہر قوم کا ایک امین ہوا ہے اور اس قوم کے امین ابو عبیدہ ہیں۔[1]

اس گفتگو کے بعد حضرت عمرؓ گھر لوٹ آئے اور رسول اللہ کے ممتاز ترین صحابہ کو بلاکر اپنے پاس بٹھایا، پھر آدمی بھیج کر جاثلیق کو طلب کیا[2] اور کہا: "عقل و دانش میں تمہارا مرتبہ عیسائیوں میں بہت بلند ہے اس کے علاوہ انجیل بھی تم کو یاد ہے اگر تم سچ بتاؤ تو ایک بات تم سے پوچھوں"۔ جاثلیق نے کہا جو کچھ مجھے معلوم ہے آپ سے سچ بیان کروں گا۔

حضرت عمرؓ: "ہمارے پیغمبر کا ذکر تمہاری انجیل میں ہے یا نہیں؟

جاثلیق: "ہماری انجیل میں آپ کے پیغمبر کا نام فارقلیط بیان ہوا ہے اور یہ ایسے شخص کو کہتے ہیں جو حق اور باطل میں امتیاز کرتا ہے"۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ اور اکابر صحابہ نے خدا کا شکر ادا کیا کہ ان کو ایسے شخص کی امت میں کیا جو حق و باطل میں امتیاز کرتا ہے۔

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ اور شرح نہج البلاغۃ میں بھی اصحاب شوریٰ کے بارے میں اس سے ملتی جلتی رائے حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کی گئی ہے [2] یہ جاثلیق کون تھا معلوم کرنا دشوار ہے۔ بقول صبح الاعشیٰ مصر جاثلیق عیسائی مذہب میں اس شخص کا لقب تھا جو نماز پڑھاتا تھا، گمان غالب ہے کہ جاثلیق سے مراد کعب الاحبار ہیں جو ایک عیسائی عالم تھے جنہوں نے حضرت عمرؓ کی ہاتھ پر فلسطین میں اسلام قبول کیا تھا۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا: "کیا انجیل میں اس کے جانشینوں کا بھی کوئی ذکر ہے؟"

جاثلیق: "انجیل میں ہے کہ فارلقیط کا جانشین ایسا شخص ہوگا جو کار ہائے خوب انجام دے گا۔" حضرت عمرؓ نے کہا ابوبکرؓ پر خدا کی رحمت ہو وہ ایسے ہی شخص تھے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اس کے بعد کس کا ذکر ہے؟

جاثلیق: "انجیل میں ہے کہ اس کے بعد ایک آہنی شخص ہوگا (یعنی قوی) جو احکام دین پر سختی سے عامل ہوگا۔"

حضرت عمرؓ: اس کے بعد؟"

جاثلیق: "اس کے بعد ایک خلیفہ ہوگا جو اپنے عزیز و اقارب کو دوسرے مسلمانوں پر ترجیح دے گا۔" یہ سن کر حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کی طرف دیکھا اور پھر پوچھا: اس کے بعد؟"

جاثلیق: "اس کے بعد ایک شمشیر برہنہ کے ہاتھ میں خلافت آئے گی جس سے خون خرابہ ہوگا۔" حضرت عمرؓ نے جب یہ سنا تو افسوس سے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور حضرت عثمانؓ سے مخاطب ہو کر بولے: "اگر تم خلیفہ بنو تو خدا سے ڈرتے رہنا اور ابو معیط کے خاندان کو مسلمانوں کے سر پر مسلط نہ کرنا۔" پھر حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے: "ابوالحسن ایسا معلوم ہوتا ہے تم خلیفہ بنو گے اور تمہارے عہد میں مسلمان آپس میں لڑیں گے۔" اس کے بعد مجلس برخاست ہوئی یہ جمعہ کا دن تھا۔

چند دن بعد چہار شنبہ کی صبح کو ابولولو ہاتھ میں دو دھارا خنجر لئے کچھ پریشان سا سر اور منہ پر کپڑا لپیٹے مسجد میں داخل ہوا اور ایک کونہ میں بیٹھ گیا۔ جب حضرت عمرؓ نماز پڑھانے کے لئے محراب میں آئے، ابولولو صف اول میں آکر کھڑا ہوگیا اور جوں ہی خلیفہ نے نیت باندھی اور ان کے ساتھ دوسرے لوگوں نے،

ابو لؤلؤ بڑھا اور حضرت عمرؓ پر خنجر کے تین وار کئے۔ ایک پہلو میں، دوسرا زیر ناف تیسرا پنڈلی پر، اور صفوں کو چیرتا ہوا مسجد سے نکل بھاگا۔ حضرت عمرؓ کے زخم کاری لگا اور ان میں نماز پڑھانے کی طاقت نہ رہی، انھوں نے عبدالرحمٰن بن عوف کو آگے بڑھایا، عبدالرحمٰن نے پہلی رکعت میں قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ اور دوسری میں قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ پڑھ کر جلد نماز ختم کی، لوگ ابو لؤلؤ کو پکڑنے بھاگے اور چیختے جاتے: پکڑنا اس خونی چور کو، پکڑنا اس خونی چور کو۔ ایک شخص نے اس کو جالیا ابو لؤلؤ نے اس پر حملہ کیا اور یکے بعد دیگرے تیرہ آدمیوں کو گھائل کر دیا جن میں سے چھ بعد میں مر گئے بالآخر ایک شخص نے اس پر کمبل ڈال کر حراست میں لے لیا۔ ابو لؤلؤ نے یہ جان کر کہ اس کو مار ڈالا جائے گا اسی حالت میں خودکشی کر لی۔

حضرت عمرؓ کو اٹھا کر گھر لائے، ان پر غشی طاری تھی، لوگ جمع ہو گئے، ان کا حال پوچھتے اور روتے، ان کو جب ہوش آیا تو انھوں نے پوچھا: "مجھے ابو لؤلؤ نے مارا یا کسی اور نے؟ جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کا قاتل ابو لؤلؤ ہے تو انھوں نے کہا: "خدا کا شکر ہے کہ مجھے مارنے والا مسلمان نہ تھا جس سے قیامت کے دن میں جھگڑتا"۔ یہ کہہ کر وہ بے ہوش ہو گئے اور جب ظہر کا وقت ہوا تو لوگوں نے ان کو ہلایا اور کہا کہ نماز کا وقت فوت ہو رہا ہے، حضرت عمرؓ کے حواس بجا ہوتے، انھوں نے کہا: "بے شک نماز پڑھنا ضروری ہے، جو شخص نماز نہیں ادا کرتا وہ اسلام سے بے بہرہ ہے"۔ جس طرح ہو سکا نماز ادا کی، ساتھیوں نے طبیب بلایا اس نے زخم کا اندازہ کرنے کے لئے دودھ دیا، دودھ زخم سے ہو کر بہ نکلا، طبیب نے کہا: امیرالمؤمنین عہد و وصیت کیجئے، آپ کا زخم التیام پذیر نہیں ہے؛ حضرت عمرؓ نے کہا طبیب ٹھیک کہتا ہے، پھر ایک ٹھنڈی سانس بھری۔ حضرت ابن عباسؓ نے ان کی رقت آمیز حالت دیکھ کر کہا: "خدا آپ کو نہ رلائے اور بہشت میں آپ کو جگہ

دیے، خدا کی قسم آپ کے اسلام سے اسلام کو عزت حاصل ہوئی، آپ کی ہجرت ایک بڑی فتح تھی، آپ کی خلافت ایک رحمتِ عام تھی، آپ اس وقت اسلام لائے جب دوسرے اسے چھوڑ رہے تھے، آپ اس جماعت سے ہیں جن کے بارے میں خدا نے کہا ہے: "لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، وَالْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ"، رسول اللہ کی خدمت میں آپ نے ایسی باادب زندگی گذاری کہ انھوں نے خوش ہو کر آپ کو جنت کی بشارت دی، ایک دو بار نہیں بلکہ بہت دفعہ، اور جب آنحضرت دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ سے خوش تھے، ان کے بعد آپ نے آنحضرت کے خلیفہ کی مدد کی اور ہر مشکل میں اُن کا ہاتھ بٹایا اور اُن کے ساتھ پورا تعاون کرتے رہے، جب وہ رخصت ہوئے تو وہ بھی آپ سے خوش تھے، پھر آپ خلیفہ ہوئے تو آپ نے خلافت کے فرائض اس خوبی سے انجام دیے کہ اس سے زیادہ ممکن نہ تھا، خدا نے آپ کے ذریعہ اسلام کو مضبوط اور معزز کیا، اور دین کے دشمنوں کو سرنگوں، آپ نے بڑے بڑے ملکوں اور شہروں کو فتح کیا، بتکدوں کو ویران اور مسجدوں کو تعمیر فرمایا، آپ نے حکومت کی بنیاد راست بازی پر رکھی اور رعیت کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کیا، خدا آپ کو ان تمام خدمات کی جزائے خیر دے گا"

یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے کہا: "کیا قیامت کے دن میرے حق میں ان خدمات کی گواہی دو گے؟"

ابن عباس نے کہا: "جی ہاں"

حضرت عمرؓ رونے لگے اور کہا: "اگر ساری دنیا میری ہوتی تو قیامت کے ہول و بیم سے بچنے کے لئے میں اس کو دے ڈالتا، اے کاش جب میں دنیا سے جاتا تو میرا حساب برابر ہوتا، نہ مجھے کوئی انعام ملتا نہ کوئی عذاب!" اس کے بعد لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: بھائیو، جب میں مر جاؤں تو تین دن تک طلحہ کی واپسی کا انتظار کرنا،

اس کے بعد ان چھ افراد میں سے جن کو میں نے نام زد کیا ہے کسی ایک کو جو خلافت کا زیادہ اہل ہو امیر بنا لینا، اور جب اس معاملہ پر مشورہ کرنے بیٹھو تو میرے لڑکے عبداللہ کو بھی شریک کرلینا، لیکن خلافت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے خلیفہ کے انتخاب تک صہیب امامت کریں گے، انتخاب کے بعد اگر کوئی شخص خلیفہ کی بیعت یا اس کو امیر ماننے سے انکار کرے تو اس کا سر کاٹ لینا، میں اپنے جانشین خلیفہ کو تاکید کرتا ہوں کہ

(۱) مہاجر و انصار کی خدمات و مرتبہ کا لحاظ رکھے اور ان کی حق تلفی نہ ہونے دے ان میں جو نکوکار ہوں، ان کو نوازے اور جو خطا کار ہوں ان کو معاف کرے۔

(۲) رعایا کو خوش و خرم رکھے کہ انھی پر حکومت کی آمدنی کا انحصار ہے اور وہ حکومت کے وفادار ہو چکے ہیں۔

(۳) جب کسی دشمن ملک سے مال غنیمت آئے تو مساویانہ تقسیم کرے۔

(۴) ذمی لوگوں کے ساتھ نرمی اور انصاف کا برتاؤ کرے کوئی زیادتی ان پر نہ ہونے دے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کچھ وصول نہ کرے، اور جو عہد ان سے کئے گئے ہیں، ایمانداری سے ان کی پابندی کرے، کہ وہ خدا اور رسول کی امان میں آچکے ہیں۔

(۵) عربوں کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آئے کہ وہ اسلام کے جوہر اور بزرگ ہیں، اور جو زکاۃ ان پر واجب ہو بغیر کسی ظلم کے وصول کرے اور اس کو غریب عربوں پر انصاف کے ساتھ تقسیم کرے۔"

یہ کہہ کر اپنے لڑکے عبداللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: "بیٹے میرا سر تکیہ سے اٹھا کر زمین پر رکھو، شاید خدا مجھ پر ترس کھا کر رحم فرمائے۔ پھر کہا: عائشہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ مجھ کو رسول اللہ اور ابو بکرؓ کے پہلو میں دفن ہونے

کی اجازت مرحمت کریں، اگر اجازت مل جائے فبہا ورنہ مسلمانوں کے قبرستان میں داب دو۔ عبداللہ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور اجازت طلب کی۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: امیر المؤمنین سے میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ زمین کا وہ ٹکڑا جو میرے والد کے پہلو میں بچ رہا ہے اور ایک قبر سے زیادہ وسعت نہیں رکھتا، میں نے اپنے لئے رکھا تھا، مگر میں آپ پر قربان کرتی ہوں۔ عبداللہ نے جاکر حضرت عائشہؓ کا یہ پیام سنایا تو حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے۔ چہارشنبہ کے دن بعد نماز مغرب مطابق ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ کو انھوں نے وفات پائی۔ علمائے تاریخ نے کہا ہے اس وقت ان کی عمر ترسیٹھ ۶۳ سال تھی۔

علمائے تاریخ نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو نہلانے کا کام ان کے غلام افلح کے سپرد کیا، افلح نے غسل دیا، حنوط لگایا اور کفن پہنا کر تختہ پر لٹایا، پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: لوگو، یہ ہیں عمرؓ بن خطاب جو دنیا چھوڑ گئے اور خدا کی رحمت سے مل گئے، محمدؐ کی امت کے ایک رکنِ عظیم تھے، حق و باطل میں فرق کرتے تھے، کسی کی ملامت ان کو راہِ حق پر چلنے سے باز نہ رکھتی تھی، مومنوں پر مہربان تھے، مسلمانوں پر شفیق، کافروں کے ساتھ سخت، درویشوں، یتیموں اور بیواؤں کی پناہ تھے، خود نہ کھاتے مگر بھوکوں کو کھلاتے، خود نہ پہنتے مگر ننگوں کو پہناتے، دنیا میں رہے مگر دل نہ لگایا، خدا کے احکامات نافذ کرنے میں کوتاہی نہ کرتے تھے جو کہتے کر ڈالتے، گویا خدا نے ان پر کوئی فرشتہ مامور کر دیا ہو جو ان کو صحیح کام کرنے اور حق بات کہنے پر قایم رکھتا تھا، ان پر خدا کی رحمت ہو۔" یہ کہہ کر افلح نے صہیب سے کہا: "آئیے نماز جنازہ پڑھائیے، عمرؓ نے نماز پڑھانے کی آپ کو ہدایت کی ہے۔" صہیب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کا تابوت رسول اللہؐ کے مزار کی طرف اٹھا لے چلے۔ مدینہ کے سب لوگ جنازہ دیکھ کر روتے تھے، ہر طرف سے رونے کی آوازیں اٹھ رہی تھیں، لوگ بے انتہا غمگین تھے۔[1]

---

[1] فتوح صفحہ ۴۰-۴۲